



سوال

(153) بعض لوگوں کا یہ طرز عمل ہے کہ وہ اول شب میں تراویح ادا کر لیتے ہیں لیکن

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک میں بعض لوگوں کا یہ طرز عمل ہے کہ وہ اول شب میں تراویح ادا کر لیتے ہیں۔ مگر وتر نہیں پڑھتے۔ پھر آخر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ وتر بھی۔ کچھ لوگ اس پر معترض ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

الف : رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو جو تین دن تراویح کی نماز پڑھائی تھی۔ اس کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ((صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی شہر رمضان ثمان رکعات فوتر)) سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ تراویح کے ساتھ ہی آپ نے وتر بھی پڑھ لی تھی۔ لہذا یہ طریقہ کہ تراویح پڑھ کر وتر نہ پڑھی جائے۔ بلکہ اس کو تہجد کے ساتھ اخیر رات میں پڑھا جائے، اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

ب : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے خاص رمضان کے متعلق سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت کیا تھی تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز رمضان ہو یا غیر رمضان۔ عموماً گیارہ رکعت مع وتر سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ رمضان میں بھی آپ کے قیام کی کل رکعتیں صرف گیارہ ہوتی تھیں۔ پس مذکورہ بالا طرز عمل اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔

ج : جب تہجد اور تراویح درحقیقت دونوں ایک چیز ہیں تو پھر اول شب میں پڑھ لینے کے بعد آخر شب میں دوبارہ پڑھنا گویا ایک ہی نماز کو دو مرتبہ پڑھنا ہے۔ اور یہ بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ممنوع ہے، ((حیث قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تصلوا صلوة فی یوم مرتین)) (البداء)

اب سوال یہ ہے کہ کیا معترضین کے یہ استدلال کی بنا پر مذکورہ بالا طرز عمل کو ناجائز یا خلاف اولیٰ کہنا ٹھیک ہے، اگر ٹھیک ہے، تو پھر اس باب میں افضل صورت کیا ہے؟ (حافظ عبد التواب از کلکتہ)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیح السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

حنفیہ وشافعیہ وغیرہ کے نزدیک تہجد اور تراویح کے درمیان مصداق اور مضموم دونوں اعتبار سے فرق ہے، العرف الشہزی تقریر ترمذی از مولوی نور شاہ مرحوم میں ہے۔

((وبین التراویح والتہجدی عمد علیہ السلام لم یکن فرق فی الركعات بل فی الوقت والصفة ای التراویح تكون بالجماعة و فی المسجد بخلاف التہجد وان الشروع فی التراویح یكون فی اول اللیل و فی

التجہ فی آخر الليل ((نتی))

ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اول شب میں تراویح ادا کرتے ہیں۔ اور آخر شب میں تہجد اور اس طرح تراویح اور تہجد کے درمیان جمع کرتے ہیں۔ وہ قائلین فرق کے ہم خیال ہوں، قائلین فرق بین التراویح والتجہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکورہ فی السؤال ضعیف ہے۔

((البار السنن للنیسوی وغیر ذلک من کتب الحنفیہ)) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تہجد کا بیان ہے نہ تراویح کا بذل المجہود جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۹۰ میں ہے۔

((ویشکل هذا ای حدیث عائشہ المشار الیه فی السؤال بصلوة التراویح فانہ ﷺ صلاھا مثل لیل ترکھا بعد فرضیتھا و الجواب عنہ ان هذا الحدیث لا تعلق له بالتراویح لانفیا ولا اشباتاً فکانھا صلوة اخرى والاستدلال بهذا الحدیث علی ان التراویح ثمان رکعت لغوھذا کتب مولانا محمد تاجی المرحوم من تقریر شیخہ انتہی یعنی بشیخہ الشیخ رشید احمد الکنگوبی۔ وقال القاری قولہ فی رمضان ای فی لیلایہ وقت التجہ فلا یان فیہ زیادۃ ما صلاھا بعد صلوة العشاء من صلوة التراویح انتہی ومرقاۃ۔ قلت حدیث لیس بضعیف بل هو حسن وقد رد شیخان فی شرح الترمذی وغیرہ من علماء اہل الحدیث فی تصانیفہم علی من رمی تضعیفہ من الحنفیہ واما عمل الکنگوبی والقاری حدیث عائشہ علی غیر التراویح فہو مخالف لما صرح بہ وحققہ علماء الحنفیہ والشافعیہ من معنی قبلہا کاما سیاتی فلا یلتفت الی ما قالہ))

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور فی السؤال ان کے مذہب پر مذکورہ بالا طرز عمل کے مخالف نہیں ہے، ((وہو ظاہر لمن لا ادنی تامل)) ہمارے نزدیک تراویح اور تہجد کے درمیان فرق کرنا یعنی دونوں کا مصداق الگ الگ بتانا صحیح نہیں۔ ((لانہ مخالف للاحدیث الصحیحہ)) اور اگر بالفرض دونوں کے درمیان باعتبار مصداق کے فرق ہو بھی تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام تراویح اور تہجد کے درمیان جمع کرنا کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں۔ خود قائلین فرق کو بھی اس کا اقرار ہے۔ العرف الشذی میں ہے۔

((ولم یثبت فی روایۃ من الروایات انہ علیہ السلام صلی التراویح والتجہ علیحدۃ فی رمضان بل طول التراویح۔ ای ان قال فی بیان معنی قول عمر والتمی تنامون عنہا خیر ما تقومون لولا یتوہم ان مراد عمران یا تو بالتجہ ایضاً فانہ لم یثبت عنہ علیہ السلام ولا عن الصحابہ جمعہم بین التراویح والتجہ انتہی))

میرے نزدیک (۱) تہجد۔ صلوة اللیل۔ قیام اللیل۔ قیام رمضان۔ تراویح۔ ان پانچوں کا مصداق ایک ہے، غیر رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی جو نماز تہجد ہوتی تھی، وہی رمضان میں آنحضرت ﷺ کا قیام رمضان یعنی تراویح ہو جاتی (۲) آپ نے تہجد رات کے اول۔ اوسط۔ اور آخر تینوں حصوں میں ادا فرمایا ہے۔ اور چونکہ تہجد اور قیام رمضان (تراویح) دونوں ایک ہیں۔ اس لیے تراویح بھی رات کے ہر حصہ میں ادا کی جا سکتی ہے۔ (۳) آنحضرت ﷺ نے خود تراویح اول شب کے بعد بھی بلکہ وسط شب کے بعد ادا کی ہے۔ (۴) اسی طرح آپ نے تراویح باجماعت اور بغیر جماعت کے دونوں طرح ادا فرمائی ہے۔ (۵) ونیز مسجد میں بھی پڑھی اور گھر میں بھی۔ اور صحابہ کو جماعت کے ساتھ یا انفراد گھر میں تراویح پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ ارشاد ہے۔ ((فصلوا ایما الناس فی بیوتکم فان افضل صلوة المرء فی بیوتہ)) (۶) غیر رمضان میں تہجد بھی آپ نے باجماعت ادا فرمایا ہے، ان تمام دعووں پر دلائل حدیثیہ معتبرہ قائم اور موجود ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ((لولا ضیق النطاق لا یتینا بجا جمیعاً))

اصل سوال کا جواب:

اگر کوئی شخص اول شب میں جماعت کے ساتھ یا اکیلا آٹھ رکعت اور کبھی دس رکعت یہ سمجھ کر پڑھے کہ رسول اللہ ﷺ سے رمضان کی راتوں میں وتر کے علاوہ اسی قدر تطوع فعلاً اور عملاً ثابت ہے، اور یہی تراویح بھی ہے، اور تہجد بھی اور اس قدر پڑھنے سے رمضان کی تراویح مسنونہ (قیام رمضان جس پر مخصوص ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے) ادا ہو جائے گی۔ لیکن ثواب موجود مخصوص کے علاوہ محض مزید ثواب حاصل کرنے کی نیت سے آخر شب کو افضل سمجھ کر اس میں بھی کچھ نوافل (جن کے بارے میں اس کو اختیار ہے کہ پڑھے یا نہ پڑھے، اور جو موکدہ نہیں ہیں) ادا کرے بشرطیکہ اول شب میں پڑھی ہوئی رکعتوں کو تراویح اور ان زوائد نوافل کو تہجد نہ سمجھے تو اس کا یہ طرز عمل نہ ناجائز ہوگا اور نہ مکروہ۔ اس طرز عمل کے ناجائز یا خلاف اولیٰ ہونے پر مذکورہ بالا ہر سہ استدلال مخدوش ہے۔



الف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور فی السؤال میں لفظ صلی فاوتر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے و تراویح کے بعد بلا تاخیر و توقف و فرمائی لیکن یہی حدیث قیام اللیل للمروزی صفحہ ۶۰ میں بائیں لفظ مروی ہے، ((صلی رسول اللہ فی رمضان ثمان رکعات والوتر)) اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں صحیح ابن حبان سے بائیں لفظ ذکر کیا ہے۔ ((صلی بجم ثمان رکعات ثم اوتر)) اور حافظ زبیلی نے نصب الرایہ فی تخریج ہدایہ میں جلد ۱ صفحہ ۲۴۶، ۲۹۳ بائیں لفظ نقل کیا ہے۔ ((فصلی ثمان رکعات و اوتر)) ظاہر ہے کہ یہ الفاظ تراویح کی آٹھ رکعتوں کے ساتھ بلا توقف و تاخیر و تراویح کے نہیں دلالت کرتے، اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے بلا تاخیر اور کسی شفیع کے ذریعہ نفل کیے ہوئے بغیر تراویح کے ساتھ و تراویح کی تھی۔ تو بھی مذکورہ طرز عمل اس حدیث کے خلاف نہیں ہوگا۔ کیونکہ آخر شب کی یہ نوافل بھی تراویح کا ہی حصہ ہیں۔ اور اس کے حکم میں ہیں۔ مگر اس طرح کہ پڑھنے والا ان کے بارے میں مخیر ہے، گویا یہ نوافل تراویح سے خارج اور اس کے علاوہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے اجزا و اہم ہیں۔ پس اس شخص کی و تراویح کے ساتھ بغیر توقف کے ادا ہوئی۔ یہ نوافل تراویح سے الگ تہجد نہیں ہیں کہ بجائے تراویح کے تہجد کے ساتھ و تراویح کو لازم آنے کا کیونکہ رمضان میں تراویح اور تہجد دونوں ایک ہیں یہاں زیادہ سے زیادہ یہ بات پائی گئی کہ اس نے تراویح کا کچھ حصہ کو اول شب میں ادا کیا۔ اور کچھ حصہ کو جزا و نوافل کے درجہ میں اور غیر مؤکدہ ہے۔ آخر شب میں ادا کیا۔ ((وهذا لا باس به)) اس حدیث سے اعتراض تو ان لوگوں پر پڑے گا۔ جو تراویح اور تہجد میں فرق کریں۔ اور اول شب کی رکعتوں کو تراویح اور آخر شب کی نوافل کو تہجد سمجھیں۔ اور و تراویح کے بجائے تہجد کے ساتھ ادا کریں۔ ((وهذا لم نقل به فلا یرد علینا)) و نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو طریق عمل مذکور یہ اس شخص کے لیے ہے، جو اول شب میں تراویح یا تہجد پڑھنے پر اکتفا کرے، مخالف اس شخص کے جو تراویح یا تہجد کو کچھ رکعتیں اول شب میں ادا کرنا چاہیے۔ اور کچھ آخر میں تو ایسے شخص کے لیے ((اجعلوا اخر صلواتکم باللیل وترًا)) کی رو سے و تراویح کے آخر شب کی نوافل کے بعد ادا کرنا۔ اولی و افضل ہے۔ و نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی و تراویح سے قدر تطوع آپ کو ادا کرنا تھا۔ اس سے متصل تھی۔ یعنی آپ نے اس کو مؤخر نہیں کیا تھا۔ اب جو شخص آکر رات میں نفل ادا کر کے و تراویح سے متعلق نہیں ہوگی۔ ((فلا تخلوا بین نفلہ وما یدل علیہ حدیث جابر)) و نیز جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تراویح کی آٹھ رکعتوں کے ساتھ بغیر توقف و تاخیر کے و تراویح کے و جب پر نہیں دلالت کرتی کہ مذکورہ طرز عمل کو ناجائز کہا جائے۔

ب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حدیث میں بلا شک و شبہ تراویح کا ہی بیان ہے۔ ملاحظہ ہو فتح اللقدیر لابن الہمام الحنفی جلد نمبر ۱ ص ۱۹۸ نصب الرایہ للزبیلی الحنفی ج ۱ ص ۲۹۳ مؤطا امام مالک ص ۱۱۱ المعروف الشیخی للمولوی انور شاہ الحنفی ص ۳۲۹ معرفۃ الشافعی ص ۹ فتح الباری للحافظ ابن حجر الشافعی جلد نمبر ۲ ص ۳۱۶، ۳۱۷ عمدۃ القاری للعلینی الحنفی پ ۱۱ ص ۱۲۸ عارضۃ الاحوذی لابن العربی المالکی ج نمبر ۳ ص ۹ فتح سر المنان (مخطوطہ) للمولوی عبدالحق الدہلوی الحنفی

لیکن یہ حدیث مذکورہ طرز عمل کے خلاف نہیں ہے، خلاف اس وقت ہوگی جب گیارہ سے زائد رکعتوں کو جو آخر شب میں ادا کی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ معمولہ اور سنت مسلوکہ اور احادیث میں بیان کردہ مخصوص ثواب کا موجب اور باعث سمجھ کر پڑھا جائے۔ اول شب میں معین رکعتوں کو پڑھ چکنے کے بعد آخر شب میں بھی نوافل پڑھنے والا تو یہ سمجھتا ہے کہ تراویح کے بارے میں سنت نبوی ثابتہ پر آٹھ رکعت ادا کرنے سے عمل ہو گیا۔ جو اپنی جگہ پر کامل اور اکمل ہے اور وہ ان کے ادا کرنے سے ثواب مخصوص اور اجر موعود کا مستحق ہو گیا۔ اور اب یہ خیال کر کے کہ رمضان کی راتیں بڑی برکت کی ہیں جس قدر نوافل پڑھے جائیں اسی قدر ثواب زیادہ ملے گا۔ اور گیارہ سے زیادہ کی ممانعت یا کراہت بھی ثابت نہیں ہے۔ محض زیادتی ثواب کے لیے وسط شب یا آخر شب میں کچھ اور نفل بغیر تعین کے چار یا چھ یا آٹھ یا دس یا بارہ علی ہذا القیاس پڑھ لیتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سمجھ کر پڑھنے میں نہ حدیث مذکورہ کی مخالفت ہے، نہ ارتکاب مکروہ اور ترک اولیٰ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ احادیث میں بعض اذکار کے معین اعداد پر مخصوص عظیم ثواب اور اجر مذکور ہے، اب اگر کوئی شخص اس بیان کردہ ثواب ملنے کا یقین رکھتا ہو محض ثواب کے لیے اس ذکر کو چند بار اور کہ لے، ظاہر ہے کہ اس طرز عمل کو حدیث کے خلاف نہیں کہا جائے گا۔ نہ مکروہ اور خلاف اولیٰ اسی طرح یہاں بھی مذکورہ طرز عمل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں ہوگا۔ و نیز نسائی اور ابوداؤد میں ہے۔

((عن قیس بن طلق قال زار ابی طلح بن علی فی یوم رمضان فامسی بنا وقام بنا تکلم اللیلۃ و اوتر بنا ثم انحدرا لے مسجد فصلى باصحابہ حتی بقی الوتر ثم قدم رجلا فقال اوتر بجم فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وتران فی لیلۃ))

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی معین (آٹھ۔ رکعت سے زائد نفل پڑھنے کو صحابہ اور تابعین ناجائز اور مکروہ اور خلاف اولیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس حدیث میں یہ احتمال کہ تراویح مسنونہ کی بعض رکعتیں ایک جگہ قبل وتر کے، اور بقیہ رکعتیں بعد وتر کے کسی مسجد میں ادا کیں بعید ہے۔ ((ولا یرک الظاہر بالاحتمالات البعیدۃ))



ج: حدیث ابن عمر بھی مذکورہ طرز عمل کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث میں صلوٰۃ سے مبرا فریضہ ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز ایک مرتبہ ادا کر لینے کے بعد دوبارہ فرض کی نیت اور جت نہ دہرائی جائے۔ (نیل جلد ۳ صفحہ ۱۸۹) اور تراویح یا تہجد سنت ہے، نہ فرض۔ اور اگر صلوٰۃ کو عموم پر محمول کیا جائے۔ تب بھی مخالفت نہیں ہوگی۔ کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی نماز کو دوبارہ نہ پڑھو۔ چنانچہ نسائی میں یہی روایت۔ ((الاتعاد الصلوٰۃ فی یوم مرتین)) اور صحیح ابن حبان میں ((نخانی ان نعیذ صلوٰۃ فی یوم مرتین)) (زیلعی جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۹۱) کے ساتھ مروی ہے، اور آخری شب ۸ نوافل پڑھنے والے اول شب میں پڑھی ہوئی رکعتوں کا اعادہ نہیں کرتے۔ بلکہ یہ رکعتیں بھی تراویح کی سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ لیکن نوافل زوائد کے درجہ میں ((وهصنا وصحان اکران للرد علی من یظن المخالفة بین حدیث بن عمر هذا ولا عمل الذکور واعر ضناعن ذکر صالم فیما من التکلف والبعء عن الاصابه))

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ اوپر بیان کردہ قید و شرط کے ساتھ کوئی شخص آخر شب میں بھی نوافل پڑھے۔ اور اس وقت و تراویح کرے۔ تو یہ طرز عمل ناجائز اور مکروہ نہیں ہوگا، بلکہ بلا کراہت جائز ہوگا۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

(محدث دہلی جلد ۱۰ شمارہ ۵۔ بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ)

توضیح۔ ہوا موفق: ... معترض کا اعتراض مدلل اور قوی ہے، جب کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے تین یوم تراویح رمضان میں گیارہ رکعت مع وتر پڑھائیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر مستورات کو گیارہ رکعت مع وتر پڑھائیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تیمم داری رضی اللہ عنہ کو تراویح کے لیے گیارہ رکعت مع وتر مقرر کیا۔

سنن اربعہ میں ہے کہ جب آپ نے تین دن نماز تراویح کی جماعت کرائی تو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا ((یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام هذا اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حُصِبَ له قیام لیلۃ)) (مشکوٰۃ ص ۱۱۳) ”نبی ﷺ نے فرمایا جو مقتدی امام کے تراویح مع وتر سے فارغ ہونے تک ساتھ رہے اس کو اری رات کے قیام کا ثواب ہے۔“

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ وتر کو تراویح کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، اور امام کے ساتھ فارغ ہونے سے ساری رات کے قیام کا ثواب حاصل ہوتا ہے، یہ کسی صحابی یا تابعی سے ثابت نہیں ہوا کہ باجماعت آٹھ تراویح پڑھ کر وتروں کو چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ بلکہ نسائی اور ابوداؤد کی روایت قیس بن طلق سے جو مشقی صاحب نے نقل کی ہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وتروں کو پہلی جماعت کے ساتھ پڑھا بعد میں نفلی طور پر مسجد میں جا کر جماعت کرائی۔ اور وتروں کے لیے امام مقرر کیا۔ جو شخص وتروں کے بعد نفل پڑھنا چاہیے۔ پڑھ سکتا ہے، جیسا کہ قیس بن طلق کی روایت سے ثابت ہے۔ اور قیام اللیل مروزی می مندرجہ ذیل آثار اور اقوال بھی اس پر دال ہیں کہ رات کو وتر پڑھ کر سونے والا صبح اٹھ کر نوافل ادا کر سکتا ہے۔

(۱) ابن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ابو بکر سے دریافت فرمایا: ((مَنْ تَوَرَّقَ اَوْ تَرْتَمَ اَمَامَ قَالِ بِالْحَرَمِ اخذت الخ)) (ص ۱۱۶ طبع لاہور ۱۹۲۰ء) ”یعنی آپ کب وتر پڑھتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وتر پڑھ کر سوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ محتاط طریقہ ہے۔“

(۲) اور سعید بن مسیب کے اثر سے واضح ہوتا ہے کہ ابو بکر پچھلی رات اٹھ کر نوافل بھی پڑھا کرتے تھے۔ ((کان ابو بکر اذا جاء فراشه او تر فان قام من اللیل صلی ص ۱۱۷)) ”یعنی حضرت ابو بکر سونے سے قبل وتر پڑھتے اگر صبح بیدار ہو جاتے تو نوافل پڑھتے۔“

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں شروع میں درمیان اور آخر میں بھی، ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

((ربما او تر قبل ان ینام وربما نام قبل ان یوتر)) ”یعنی کبھی سونے سے قبل پڑھتے اور کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے۔“ واضح ہے کہ جب آپ وتر پڑھ کر سوتے تھے تو صبح اٹھ کر نوافل بھی ضروری پڑھتے ہوں گے۔

